وقاص رفیع

پی۔ایچ۔ڈی سکالر (اردو)

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد

عارف عبدالمتین کے تنقیدی افکار ’امکانات‘ کے تناظر میں

Abstract:

In this research and critical article ,it has been tried to analyze the work of Arif Abdul Mateen as a critic. Arif Abdul Mateen has plenty of work in Urdu literature, but he is best known as poet and critic. Here preserted his critical work in his famous booK“ Imkanat’’ .This book has brought a lot of appreciation for him as a critic. Arif Abdul Mateen was a progressive critic. He always presented progressive theories in his critical work. Progressive thoughts are very much visible in his work. In progressive movement we can see the , writers have talked about rights of poor and downtrodden to people of society. In progressive movement it has been emphasized to create such literature, which focuses on equality of rights of all peoples and there should is no violation of anyone rights. The critical sense of Arif Abdul Mateen is very vast. He presented universal human values in his critical work. Humanity is hallmark of this work. According to him one’s choice is dependent on his own area and interest. There are many shades of critical angles in Arif Abdul Matheen work. He believe to judge of any piece of literature through different angles and ways. He followed both classical and modern ways. In his criticism most important thing is individual’s freedom.Individual freedom is core element of his criticism. He always has given due importance to personal freedom. There are many dimensions of criticism in his work. He always focus on, literariness, religion and political point of view while evaluating any piece of literature. One more angle of Arif Abdul Mateen criticism is to search

purposesness in literature. According to him one great aim of any materpiece is purpose.

Key Word: Arif Abdul Mateen Lmkanaat, progress-loving, literature and religion

تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو بے شمار ایسے مفکرین و دانش ور اور ادیب نظر آتے ہیں جنہوں اپنی محنت وکوشش اور چند ایک نے ودیعت کے ذریعے اردو زبان وادب کو فروغ دینے میں قابلِ ستائش کوششیں کی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے علم وادب میں ایک منفرد اور ممتاز نام حاصل کیا ہے۔انھیں مثالی اور یادگار تصنیفی وتالیفی کاموں کی وجہ سے شاید کبھی کسی صورت میں ادب میں نظر انداز نہ جا سکے گا۔ان میں سے ہر نے اپنی طبعیت اور رجحان کے مطابق اردو ادب کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ادب میں طبع آزمائی کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ادبی تحریکوں کے اثرات بھی قبول کیے ہیں۔کوئی ادیب ہمیں اپنے ادبی افکار میں بدیسوں مخالفت کرتا نظر آتا مخالفت تو کوئی ترقی پسند ادب کے اثرات قبول کرتا ہے۔ بیسویں صدی کے قومی اور بین الاقوامی مسائل اور سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ترقی پسند تحریک نے اپنا موضوع بنایا۔عارف عبدالمتین ان ادیبوں میں سے ایک تھے جہنوں نے نظم ونثر میں ترقی پسند تحریک کے نظریات کی عکاسی کی۔ترقی پسند تحریک کے حوالے سے سبط حسن سجاد ظہیر کی مشہور کتاب "روشنائی" کے دیباچے میں یوں رقمطراز ہیں :

> "ترقی پسند ادب کی تحریک ان ہی درخشاں روایتوں کو لے کر آگے بڑھی تھی۔وہ بدیسی پودنہ تھی جو اجنبی زمیں میں لگایا گیا ہو بلکہ اس کی آبیاری یہیں کے پانی سے ہوئی تھی۔یہی وجہ ہے کہ جب سجاد ظہیر اور ان کے رفقاء نے 'انجمن ترقی پسند مصنفین، کی بنیاد رکھی تو پرانے اور نئے ہر مکتبہ فکر کے حریت پسند ادیبوں نے انجمن کا خیر مقدم کیا۔ان میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ بھی تھے اور نیشلسٹ بھی۔ مخالفت اگر ہوئی تو انگریزی حکومت یا اس کے مفاد سے وابستہ حلقوں کی طرف سے۔"(۱)

عارف عبدالمتین یکم مارچ ۱۹۲۳ کو امر تسر میں خواجہ عبدالحمید کے گھر پیدا ہوئے۔امر تسر سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور آگئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد انھوں نے کئی ادبی جریدوں کی ادارت کی۔ جن میں ادبِ لطیف، سویرا، جاوید، اوراق اور ماحول کے نام شامل ہیں۔عارف عبدالمتین کا گھرانہ کشمیر سے تعلق رکھتا تھا۔ پاکستان بننے سے پہلے آپ کا خاندان امر تسر (بھارت) میں قیام پذیر تھا ۱۹۴۷ کے بعد آپ کا خاندان ہجرت کر کے پاکستان آگیا۔اسی تناظر میں ایک محقق رقمطراز ہیں:

"آپ کے آباء اجداد کشمیری وائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر ۱۹۴۷ کے فسادات کے باعث جب مسلمانوں کے لیئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا تو یہ خاندان امر تسر سے ہجرت کر کے پاکستان آگیا اور لاہور میں آکر مقیم ہوا۔ عارف عبدالمتین کے والد خواجہ عبدالحمید ایک کاروباری آدمی تھے اور کلکتے میں پشمینے کا کاروبار کرتے تھے۔ لیکن ان کا علمی وادبی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ خود شاعر تھے اور ان کو دوسرے فارسی اور اردو شاعروں کا کلام زبانی یاد تھا۔ عارف صاحب کو سب سے پہلے اردو اور فارسی شاعروں سے متعارف آپ کے والد صاحب نے ہی کروایا" (۲)

اردو ادب میں بہت سی ایسی شخصیات گزری ہیں جن کے طفیل علم وادب اور تنقید نے اپنے ارتقاء کا سفر طے کیا، ان میں ایک منفرد اور ممتاز نام عارف عبدالمتین کا بھی ہے جو ادبی مثالی اور یادگار کارناموں کی وجہ سے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ عارف عبدالمتین کی اردو ادب میں بے شمار خدمات ہیں۔ مگر ان میں نمایاں طور پر بطور شاعر و نقاد سرِ فہرست ہیں۔ آپ نے اپنی بیش بہا تخلیقات کے ذریعے تشنگان شعر وادب کی ذہنی و فکری آبیاری کی۔ آپ وسیع المطالعہ، مشرقی و مغربی علوم وفنون پر گہری نگاہ رکھنے والے، معمارِ ادب اور مفلوک الحال طبقہ کے چہروں پر لکھی ہوئی بے بسی و بے چارگی کی تحریروں کو پڑھنے والے، نہایت ہی مہربان اور مرنجاں مرنج تھے۔ بطورِ نقاد جب ہم ان کے افکار و نظریات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کی خوبصورت تصنیف "امکانات" سے ہمیں ان کے تنقیدی شعور کے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔ عارف عبدالمتین نے اپنے تنقیدی افکار کا اظہار کھل کر اپنی اس تصنیف میں کیا ہے۔ اسی تناظر میں لبنیٰ نثار یوں رقمطراز ہیں:

"تنقید کے ضمن میں عارف عبدالمتین کی سب سے اہم کتاب "امکانات" ہے۔ جو ۱۹۷۵ میں منظرِ عام پر آئی۔ اسے ٹیکنیکل پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔ اس کتاب کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (نظریات، اطلاقات اور مصاحبے) اس کتاب سے آپ کے نظریات کھل کر سامنے آتے ہیں۔" (۳)

"امکانات" کے علاوہ عارف عبدالمتین کی دیگر تصانیف جن میں "آتشِ سیال" (قطعات و رباعیات) پر مشتمل ہے۔ "دریچے اور صحرا" فردیات پر مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ "بے مثال" "موج در موج" "دھوپ کی چادر" "حرفِ دعا" "شہرِ بے ساعت" "چراغ کا گھاو" اور "لا محدود شامل ہیں۔ عارف عبدالمتین کے جب ہم تنقیدی شعور کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حوالے سے آپ کی اہم تصنیف "امکانات" کے مطالعہ کے ذریعے ہی ہم ان کے

تنقیدی شعور و تفکرات سے پوری طرح آ گہی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی لازمی طے کرنا ہو گا کہ تنقید کسے کہا جاتا ہے اور نقاد کا منصب کیا ہے؟ اسی تناظر میں معروف مغربی نقاد فلا بیر کہتا ہے: "تنقید ادب کا کوڑھ ہے" ٹینی سن کہتا ہے کہ: "تنقید گیسوئے ادب کی جوں ہے"۔ چیخوف نے کہا کہ: "تنقید ایسی مکھی ہے جو گھوڑے کو ہل چلانے سے روکتی ہے" ایمرسن نے کہا کہ: "جو ادب تخلیق کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے تنقید نگار بن بیٹھتا ہے" اگر یوں کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہیں ہو گا کہ تنقید کا کام اپنے دور کے نظام خیال کی تشکیل نو کرنا ہے۔ نقاد کا بنیادی منصب و مقصد یہ ہے کہ وہ غیر جانب دارانہ طریقے سے کسی بھی فن پارے کی خوبیاں اور خامیاں، کھرے اور کھوٹے سچ کو جھوٹ سے الگ کر دے۔ اور تنقید ہی وہ واحد پیمانہ ہے کہ جس کے ذریعے ادب پاروں کو پرکھا جاسکتا ہے۔ تنقید کے متبادل لفظ اردو میں نقد اور انتقاد بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> "تنقید کا لفظ اب اردو میں عام طور سے رواج پا گیا ہے لہذا اب اسے غلط کہنے یا اس کو بدل دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ پھر بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ عربی میں اس کی مروج (یا صحیح) نقد اور انتقاد ہیں"۔ (۴)

بعض نقاد فن پارے کو فن کی بلندیوں پر لے جاتے ہیں اور بعض نقاد فن کا خون کر کے رکھ دیتے ہیں۔ نقاد کو چاہیے کہ وہ تنقید کرتے وقت اعتدال و توازن سے کام لے۔ تنقید تو ایک خاص پیمانہ ہے جس میں کسی ادب پارے کو پرکھا جاتا ہے، پرکھنے کے بعد فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس کی صحیح صورت حال کیا ہو سکتی ہے۔ تنقید فن پارے کے نقائص نکالنے کا نام نہیں بلکہ فن پارے کی جانچ پرکھ کا نام ہے اور نقاد کو چاہیے کہ وہ مبالغہ آرائی سے کام نہ لے بلکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی طرح فن پارے کا تجزیہ کرے۔ اسی تناظر میں آل احمد سرور رقمطراز ہیں:

> "تنقید کا کام فیصلہ ہے۔ تنقید دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتی ہے۔ تنقید وضاحت ہے، تنقید تجزیہ ہے، تنقید قدریں متعین کرتی ہے، ادب اور زندگی کو ایک پیمانہ دیتی ہے"(۵)

تنقید ایک ایسی کسوٹی ہے جس سے ادب پارے کے معیار کا پتہ چلتا ہے۔ اردو تنقید کے اہم ناقدین میں ڈاکٹر سید عبد اللہ، ڈاکٹر عبارت، بریلوی، سید وقار عظیم ن، یاز فتح پوری مجنوں گورکھپوری اور عارف عبد المتین جیسی ادب نواز ہستیوں کے نام شامل ہیں چنانچہ لبنی ثاعارف عبد المتین کے تنقیدی رجانات کے بارے یوں کہتی ہیں:

"عارف عبد المتین بنیادی طور پر ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے آپ اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں اختر حسین رائے پوری، فیض احمد فیض، اور دیگر ترقی پسند ادیبوں سے متاثر ہوئے عارف عبد المتین کے نظریات کی تشکیل میں اختر حسین رائے پوری کا بڑا ہاتھ ہے۔عارف عبد المتین کی ابتدائی تحریروں اشتراکیت، مارکسزم اور جدلیت کے اثرات لیئے ہوئے وہ ایک ترقی پسند نظر آتے ہیں"(۶)

عارف عبد المتین کو تنقیدی حوالے سے دیکھا جائے تو آپ نے بہت سے تنقیدی مضامین ی لکھے ہیں۔جن کی وجہ سے آپ کا شمار ممتاز ناقدین ادب میں ہوتا ہے۔ آپ کے ناقدانہ خیالات و نظریات تک رسائی آپ کی تصنیف "امکانات" کے منصہ شہود پر آنے سے ہوئی۔ ۱۹۴۴ میں "الہلال" شمارے میں جو مضمون شائع ہوا وہ ان کی اولین تنقیدی کاوش قرار دی جاسکتی ہے۔اس مضمون کا موضوع رجعت اور ترقی پسند ادب کی کشاکش تھا۔ مضمون "رجعت اور ترقی پسند ادب کی کشاکش" سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ادب برائے ادب یا ادب برائے زندگی آج سے کچھ عرصہ پہلے ہماری ہر بزم شعر وادب میں اشتراکیت موضوع بحث کی حیثیت رکھتا تھا۔۔۔۔ ہمارے ادبی حلقوں کے دو اہم حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ایک رجعت پسند ادب سے مراد ایسی تحریریں ہیں، جن کی موجودہ زندگی کی عکاسی کی بجائے منہدم شدہ زندگی اور اس کے جمود گرفتہ ادب کی نمود بدرجہ اتم موجود ہو۔رجعت پسند ادیب کے پیش نظر کسی ادب کو پرکھنے کے لیے فقط صناعی اور حکمت ہی بہترین معیار تنقید ہے۔ترقی پسندیت کے حامی ادیب کو اس قدر بلند درجہ عطا نہیں کرتے کہ وہ سماجی اور اقتصادی مسائل کے تعلق سے بالکل بے نیاز ہو جائے۔ بلکہ ان کے نزدیک ادیب کا ان مسائل کی اصلاح میں حصہ لینا کسی حد تک نہایت ضروری ہے۔"(۷)

عارف عبد المتین کو ہم ترقی پسند نقادوں میں شمار کرسکتے ہیں۔ آپ نے اپنے تنقیدی نظریات میں ہمیشہ ترقی پسندانہ سوچ کو فروغ دیا ہے۔ترقی پسندی ان کے ہاں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یہ وہ تحریک تھی جس میں مزدور طبقہ اور غریبوں کے حقوق کی بات کی گئی۔ترقی پسندی ایک ایسی تحریک تھی جس میں ایسا ادب تخلیق کرنے پر زور دیا گیا کہ جس کے ذریعے تمام لوگوں کو مساوی حقوق دیے جاسکیں اور کسی کے حقوق کی پامالی نہ ہو۔ اس تحریک کا مقصد غربت، افلاس اور سماجی پستی کو ختم کرنا تھا اور سامراجی طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنا تھا۔اسی تناظر میں انور سدید اپنی کتاب 'اردو ادب کی تحریکیں' میں لکھتے ہیں:

"اس کے اولین منشور میں بھوک، افلاس اور سماجی پستی کے ساتھ غلامی کے استیصال کی کوشش ترقی پسند تحریک کے مقاصد میں شامل تھی۔ ترقی پسند کی جہت اگرچہ ادبی تھی۔ لیکن اس پر سیاست کا غلبہ گزشتہ دو ادوار میں طاری رہا۔ چنانچہ طلوع آزادی تک ترقی پسند تحریک کے مقاصد میں سامراج کی طاغوتی طاقت کو توڑنا اور برصغیر کے لیے آزادی کی راہ ہموار کرنا ایک اہم نصب العین کی حثیت رکھتا تھا"(۸)

عارف عبدالمتین نے اپنی تنقیدی کتاب 'امکانات' میں ترقی پسند نظریات کو فروغ دیا ہے۔ آپ نے اپنی تنقید میں ادب اور سماج کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ سید احتشام کی طرح آپ بھی اردو ادب میں مارکسی کے علمبردار تھے۔ آپ تنقید کرتے وقت ادب کا دائرہ عوام اور سماج تک بڑھا دیتے ہیں۔ آپ کی تنقید میں ترقی پسند نظریات کی عکاسی اس لیے ملتی ہے کیونکہ آپ کارل مارکس، ٹیگور، فیض احمد فیض اور دیگر ترقی پسند نظریات کے حامل ادیبوں سے بہت متاثر تھے۔ آپ نے تنقید کرتے وقت اس بات کو مد نظر رکھا کہ اس فن پارے سے عوام، مفلس اور غریب طبقہ کو کس حد تک فائدہ پہنچ رہا ہے۔ ترقی پسند تحریک کی حمایت میں عارف عبدالمتین لکھتے ہیں۔

"۳۶۔۱۹۳۵ میں جب ہندوستان میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اس بات کا اعلان کیا کہ ہر ادیب ایک سماجی وحدت ہے لہذا اس کا سماج سے رشتہ ناگزیر ہے۔۔۔۔ وہ قدم قدم پر برطانوی استعمار پسند سے الجھنے اور اپنے ملک کو سالہا سال کی نکبت سے چھٹکارا دلانے کے لیے سینہ سپر ہو گئے"۔(۹)

اردو ادب میں بہت سے ادباء نے ترقی پسند تحریک کی حمایت کی ہے۔ ترقی پسند تحریک ایک ایسی تحریک تھی جو آفاقیت پر مبنی تھی۔ اس میں ایسا ادب تخلیق کیا گیا جس میں تمام لوگوں کو مساویانہ حقوق دیئے جائیں۔ اسی تناظر میں عزیز احمد نے اپنی تصنیف "ترقی پسند ادب" میں اشتراکیت پر روشنی ڈالتے نظر آتے ہیں۔

"اردو ادب کی وہ جدید تحریک جو ترقی پسندی کے نام سے موسوم ہے، دراصل دو عناصر ترکیبی سے بنی ہے۔ دو دھارے ہیں جو اس میں مل کر بہتے ہیں۔ لیکن ان کا تجزیہ سے آسانی ممکن ہے۔ کیونکہ ابھی تک وہ آپس میں بالکل مل جل کر، بالکل خلط ملط ہو کر ایک نہیں بننے پائے، ان دو دھاروں میں

سے ایک حقیقت نگاری ہے ،اور دوسری انقلابی تحریک ۔ یہاں یہ کہا جائے کہ ان میں سے پہلا دھارااسلوب ہے اور دوسراموضوع یا نفس مضمون"۔ (۱۰)

عارف عبد المتین اردو زبان کے ان ممتاز ادباء میں سے ہیں۔ جن کا نام اردو ادب میں بہت عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ آپ ترقی پسند شاعر کی حیثیت سے نمایاں ہیں۔ عارف عبد المتین نے ہمیشہ مارکسزم خیالات کا پرچار کیاہے۔ آپ کو ترقی پسند نقاد کہا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔ چنانچہ عرش صدیقی اسی تناظر میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

" عارف عبد المتین اردو زبان کے ان چند ممتاز ترین ادباء میں سے ہیں۔ جن کی عظمت و اہمیت نہ صرف ان کے شاعرانہ بلکہ ناقدانہ صلاحیتوں اور کارناموں پر بھی قائم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لوگ عارف سے ایک ترقی پسند شاعر کی حیثیت سے زیادہ متعارف ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو انہیں دیر سے جانتے ہیں اور جنہیں ان کے قریب بیٹھنے شروع ہی سے ان کی تحریریں اور تقریروں سے ممتنع ہونے اور تنقیدی محفلوں میں جانے کا اتفاق ہے۔ جن میں عارف شرکت کرتے رہے ہیں ۔وہ ان کی ناقدانہ صلاحیتوں اور اصابت رائے کے روز ازل سے معترف ہیں"۔ (۱۱)

عارف عبد المتین اپنے تنقیدی رویے میں فرد کی صلاحیتوں کو پنپنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آپ کسی قسم کی پابندیوں کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے اگر پابندیاں لگا بھی دی جائی تو وہ صرف اخلاقی پابندیاں ہو سکتی ہیں۔ عارف عبد المتین انفرادی حوالے سے انسان کو آزاد خیال تصور کرتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ معاشرے میں آزاد خیالی رہے۔ آزاد خیالی سے ہر گز مراد یہ نہیں کہ تخریب کاری کی جائے بلکہ عارف عبد المتین کے ہاں آزاد خیالی کا مطلب انسانی صلاحیتوں میں قوت اور طاقت پیدا کرنا اور معاشرے میں پھر ان کا مثبت استعمال ہے۔ آزاد خیالی سے مراد انسان کی صلاحیتوں کو جس سے ترقی ملے۔ اپنے ایک مضمون میں عارف عبد المتین روایت اور انفرادی صلاحیت میں لکھتے ہیں۔

"انفرادیت کی نشوونما پر ایک بہت بڑی شرط عائد ہوتی ہے۔ اس شرط کو آزاد معاشرے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ کوئی انفرادیت اس وقت نہیں پنپ سکتی جب تک اس کے اردگرد استوار کردہ تمام دیواروں کو مسمار نہیں کر دیا جاتا۔ ایک پابند معاشرے میں انفردیت کا دم گھٹ جاتا ہے"۔ (۱۲)

عارف عبد المتین نے درج بالا مضمون میں شخص کے ان رویوں کی عکاسی کی ہے جس میں جس میں انسان کو آزادی دی جائے۔ آپ کے نزدیک انفرادیت یہ ہے معاشرے میں انسان کو آزاد ہونا چاہیے تاکہ اس کی صلاحیتیں عروج پر جائیں اور صحیح معنوں میں پروان چڑھ سکیں۔اس مضمون کو بغور پڑھا جائے تو یہ عارف عبدالمتین کی تنقیدی فکر کو اجاگر کرتے ہیں کہ وہ معاشرے میں کس طرح ایک انسان کو آزاد زندگی بسر کرنی چاہیے۔ عارف عبدالمتین اپنی تنقید میں انسانی نفسیاتی رویوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک جدید نفسیات کی رو سے کسی شخص کے تمام ذہنی اور جسمانی خصوصیات کے اجماع سے رونما ہونے والی وحدت کو اس کی شخصیت کہتے ہیں۔ عارف عبدالمتین کے ہاں انفرادیت ہی وہ واحد چیز ہے جو ایک شخص اور صلاحیتوں کو بلند مقام عطا کرتی ہے۔ آپ اسی تناظر میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

"میری ذاتی رائے میں اس وحدت کی بدولت کسی شخصیت کے اندر دوسری تمام شخصیتوں کے مقابلہ میں جو اختلاف رونما ہو جاتا ہے اور جو اس کو ان سب سے ممیز کرتا ہے اسے ہم انفرادیت کا نام دے سکتے ہیں۔"(۱۳)

عارف عبدالمتین مذہب پرست نہیں تھے بلکہ آپ مذہبِ اسلام کے سچے پیروکار تھے۔ دین آپ کے نزدیک جزوِ لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی تنقیدی تحریروں میں مذہبی رنگ کو پسند کیا گیا ہے۔ عارف عبدالمتین نے ایسی تحریروں کو بہت اہمیت دیتے ہیں جس میں مذہب اسلام کے فلاحی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہو۔ ایسی تحریریں جس میں اسلامی نقطہ نظر سے کوئی آفاقی پہلو نکالا گیا ہو، آپ ایسی تحریروں کو دل و جان سے سراہتے ہیں۔ عارف عبدالمتین نے پروفیسر عثمان کی تصنیف "اسلام اور پاکستان" پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"رمز شناس سیاست و معاشیات کے طور پر انہوں نے قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ہم اسلام کے حوالے سے اپنے وطن عزیز میں جمہوری اشتراکی انقلاب برپا کرنے میں ناکام رہے اور یہ انقلاب وقت کے ناگزیر تقاضے کے طور پر کسی بھی حوالے سے برپا ہوا، تو یہ اسلام کے نام لیواوں کے لیے انتہائی خطرناک نتائج کا موجب ہوگا ہمیں ان کے خیالات سے سو فیصد اتفاق ہے۔"(۱۴)

عارف عبدالمتین کی شاعری پر جو تنقید ہے وہ بہت موثر اور جاندار ہے۔ آپ نے شاعری پر خوبصورت اور فکر انگیز تنقید کی ہے۔ عارف عبدالمتین شاعری میں علامت نگاری کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ شاعری میں علامت

نگاری کے حوالے سے آپ اعجاز فاروقی کی شاعری کو بہت پسند کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اعجاز فاروقی کی شاعری میں علامت نگاری کے ساتھ ساتھ فکر اور جمالیاتی پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ عارف عبدالمتین لکھتے ہیں کہ اعجاز فاروقی کا کلام سنجیدہ طبقوں میں قدرومنزلت سے بڑھ جاتا ہے۔ اسی تناظر میں آپ لکھتے ہیں۔

"اعجاز فاروقی ایک علامت پسند شاعر ہیں اور ان کا کلام سنجیدہ طبقوں میں بڑی قدرومنزلت سے پڑھا جاتا ہے کیونکہ اس کی علامت پسندی شوق محض کا نتیجہ نہیں بلکہ فکر و جذبہ کے متنوع اور اچھوتے پہلوؤں کی ایمائی ترسیل کے جمالیاتی مطالبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔"(۱۵)

عارف عبدالمتین شاعری میں علامت نگاری کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک شاعری میں علامت نگاری کا استعمال شاعری کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔ عارف عبدالمتین کے مطابق یہ تمام صورت حال شاعر کے ذہن کا مرہون منت ہے۔ تخلیق شعر کے وقت شاعر پر ایک وجدنی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ عارف عبدالمتین شاعری میں علامت نگاری کے مسلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"شاعر دوسروں تک اس کیفیت کی ترسیل جذباتی اور حسیاتی سانچوں کے ذریعے کرتا ہے اور سائنسدان استدلال و ادراک کو اپنا وسیلہ اظہار بناتا ہے۔ شاعر ابلاغ کے سلسلے میں تجرید سے تجسیم کی طرف آتا ہے اور سائنسدان تجسیم سے تجرید کی جانب اور ظاہر ہے کہ یہ فرق محض اضافی ہے، مطلق نہیں لہذا اس کی موجودگی میں شعراء کو الہام آشنا قرار دینا اپنے آپ کو ایک انتہائی خطرناک قسم کے مغالطے کا شکار کرنا ہے۔"(۱۶)

شاعری میں علامت نگاری کے مسلے پر بصیرت افروز روشنی ڈالنے اور اس کی روح تک مکمل رسائی حاصل کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے شاعر کے سیاسی سماجی اور اقتصادی حالات کو پیشِ نظر رکھنا ہو گا، یہ اس تخلیقی عمل کا نام ہے جو ایک شاعر کے ذہن کا مرہون منت ہے اور شاعر اس شخص کو کہتے ہیں جو شعر سازی پر قدرت رکھتا ہو۔ عارف عبدالمتین نے شاعری پر تنقید کرتے ہوئے ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال کے کلام کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ علامہ اقبال کی طویل نظموں پر بھی طائرانہ نظر ڈالی ہے۔ آپ ایک ترقی پسند نقاد تھے۔ آپ نے ہمیشہ ترقی پسند نظریات کا پرچار کیا ہے۔ آپ نے علامہ محمد اقبال کی نظم 'مسجد قرطبہ' کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ عارف عبدالمتین نے مسجد قرطبہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"مسجد قرطبہ کا وزن اور ارکان مفتعلن ،فاعلن ، مفتعلن ،فاعلن یا فاعلات ہیں ۔ یہ ترکیب بند ہیت کے ایسے آٹھ بندوں پر مشتمل ہیں۔ اس التزام نے مسجد قرطبہ میں ایک خاص طرح کا صوتی آہنگ اور کلاسیک رکھ رکھاو پیدا کر دیا ہے۔"(۱۷)

ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ ہر واقعے کا کوئی نہ کوئی پس منظر ہوتا ہے۔ شاعری ایک ایسا عمل ہے جس میں آمد اور آورد دونوں عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ ہر فن پارے کا محرک ضرور ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی فن پارے کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں نفسیاتی ،معاشی ،معاشرتی ،سیاسی اور سماجی تمام عوامل کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ آپ فن پارے میں بیک وقت یہ تمام عناصر ضروری قرار دیتے ہیں۔ آپ بھی فن پارے پر تنقید کرتے وقت فکر کے ساتھ ساتھ اس کے فن کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ آپ نے علامہ محمد اقبال کے کلام پر تنقید کر کے اپنی تنقیدی بصیرت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

عارف عبدالمتین کا تنقیدی شعور بہت گہرا ہے۔ آپ تنقید میں آفاقی جذبے سے سرشار ہو کر بنیادی انسانی قدروں کے تحفظ پر زور دیتے ہیں۔ آپ کے ہاں انسانیت یا آدمیت کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کے نزدیک انسان جس خطے میں رہتا ہے وہ اس علاقے کو بھی پسند کرتا ہے۔ آپ اسی حوالے سے عطاالحق کی تصانیف"شوقِ آوارگی"پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔"شوقِ آوارگی"اردو سفر نامے کی روایت میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سفر نامے میں وطن پرستی کے جذبے کا اظہار کیا گیا ہے۔ عارف عبدالمتین کے مطابق عطاالحق قاسمی اخوت کے عالمگیر علمبردار ہیں اور وطن پرست ہیں۔ اسی تناظر میں عارف عبدالمتین لکھتے ہیں۔

"عطاالحق قاسمی کا یہ بین الاقوامی انداز نظر اس کے قومی طرز فکر سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ ہر مرحلے پر اس کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور اس کے بعد کے امیج کے تقدس کی نگہداری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔"(۱۸)

عارف عبدالمتین ایک وسیع المطالعہ شخص تھے۔ آپ نے ادب کو زندگی کا ترجمان اور بنیادی انسانی قدروں کا نگہبان و محافظ قرار دیا۔ یقیناً ادب زندگی کی تعبیر نو اور تنقیدِ حیات سے عبارت ہے، ادب جذبات کی دل آویز موسیقی احساسات کی حسین مصوری اور تخیل کا رقصِ دلفریب ہے یہ جنت نگاہ بھی ہے اور فردوس گوش بھی، اس کا اثر دل و دماغ دونوں پر ہوتا ہے، یہ حواس کے تاروں کو چھیڑتا ہے اور روح پر سرخوشی بن کر چھا جاتا ہے۔ یہ جذب و شوق کی ایک لغزشِ مستانہ ہے، یہ عقل و شعور کا ایک حسین ارتعاش ہے۔ یہ حسن و جمال کی دل

موہ لینے والی اور لطیف تھرتھراہٹ ہے، ادب کسی ملک و قوم کی تہذیبی روایات کا آئینہ دار ہوتا ہے، ادب ماورائی اور رجعتی افکار کا ترجمان نہیں ہوتا۔ ادب زندگی اور اس کے حقائق کا ترجمان ہوتا ہے جو افراد معاشرہ کی ذہنی و فکری تہذیب و شائستگی، احساساتی و جذباتی سطح پر مثبت و تعمیری مسرت بہم پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے، ادب فرد میں شعوری و لاشعوری طور پر تبدیلی لاتا ہے اور سماج میں انقلاب لانے کا ذریعہ بنتا ہے، ایسا حسین انقلاب جو احترام انسانیت، باہمی ہمدردی اور عدل و انصاف کی اعلی انسانی قدروں سے مزین ہوتا ہے۔ اسی طرح عارف نے تنقید کو ہمیشہ غیر جانبداری سے دیکھا۔ آپ نے ہمیشہ مارکسی تنقید کے مروجہ اصولوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ آپ نے مختلف شعراءوادباء کے کام پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ آپ نے بذل حق محمود کی ترجمہ شدہ کتاب "سنگ آوازہ" پر بھی ایک تنقیدی نگاہ ڈالی۔ آزادی خیال کا مسئلہ عارف عبدالمتین کے ہاں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ آپ شخصی آزادی کے قائل تھے۔ عارف عبدالمتین آزادی خیال کے سلسلے میں تقریر و تحریر دونوں کو اہمیت دیتے ہیں ۔ عارف عبدالمتین کے مطابق جب انسان لکھنے کے فن سے آگاہ نہیں تھا اس وقت تو یہ آزادی صرف زبان و بیان کی حد تک محدود تھی۔ جوں جوں دنیا ترقی کرتی گئی تو انسان لکھنے کے فن سے آگاہ ہوتا گیا۔ اسی تناظر میں آپ لکھتے ہیں:

> جب تک انسان نے لکھنے کے فن سے آگاہی حاصل نہیں کی تھی۔ یہ آزادی صرف تقریر تک محدود تھی، لیکن جب سے انسان نے اپنے خیالات کو پتھروں، جانوروں کی کھال، درختوں یا صفحہ قرطاس سے کی زنیت بنانے پر قادر ہو گیا اس کی تحریر میں آزادی کا عنصر بھی در آیا ہے۔۔۔۔ تو گویا ہم آزادی خیال کو آزادی تقریر و تحریر کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں"[۱۹]

شخصی آزادی عارف عبدالمتین کی تنقید کا بنیادی محور ہے۔ آپ نے اپنی تنقید میں فرد کی رائے کو بہت اہمیت دی ہے۔ آزادی خیال آپ کے مطابق فکر کو بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ انسانی تجربات و مشاہدات ایک فن پارے میں اثر و تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی حوالے عارف عبدالمتین رقمطراز ہیں۔

> "شخصی آزادی کے سلسلے میں آزادی خیال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے تجربات و مشاہدات میں خلوص کے ساتھ غور فکر کرنے کے نتائج کو بے باکانہ انداز میں دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی اجازت ہو۔"[۲۰]

عارف عبدالمتین کے تنقیدی خیال کے مطابق فرد کی شخصیت کی تکمیل اسی صورت میں بہتر ہو سکتی ہے جب انسان کو فکر وخیال کی آزادی ہو۔ انسان کے لیے ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں جس سے اس کی فکر پروان چڑھے اور آزادی خیال کی نشو و نما ہو۔ عارف عبدالمتین کے مطابق آزادی خیال ہی فرد کی شخصیت کو مکمل کر سکتی ہے۔ اس تناظر میں آپ اپنی کتاب "امکانات" میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ظاہر ہے کہ اس آزادی کے بغیر نہ تو کسی فرد کی شخصیت تکمیل کے سانچے میں ڈھل سکتی ہے اور نہ اس کی ذاتی زندگی خود مختار اکائی کا روپ دھار سکتی ہے۔ لہذا ہر ریاست کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں تمام باشندوں کو اس نعمت غیر مترقبہ سے مستفید ہونے کے یکساں موقع میسر آسکیں۔"(۲۱)

عارف عبدالمتین آزادی خیال کے مسئلے پر اپنی کتاب "امکانات" میں تفصیل کے ساتھ اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ آزادی خیال اور شخصی آزادی پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں آزادی دینا حکومت کی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ عارف عبدالمتین کے مطابق حکومت کو چاہیے کہ تقریر و تحریر کی آزادی زمانہ جنگ میں بھی دے تاکہ قوم معمولی سے معمولی غلطی سے بچ جائے۔ آپ کے مطابق ہنگامی حالات میں شخصی آزادی ایسے تو نہیں دی جاسکتی لیکن پھر بھی کسی نہ کسی حد تک ہونی چاہیے۔ عارف عبدالمتین کے خیال میں زمانہ جنگ میں بھی فرد کی شخصی آزادی کا خیال رکھا جائے تاکہ قوم خطرے سے دور رہے اور کسی کے حقوق کا استحصال نہ ہو۔ اس تناظر میں آپ اپنی تنقیدی تصنیف "امکانات" میں لکھتے ہیں:

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہنگامی حالات میں افراد کو آزادی تقریر و تحریر کی وہ سطح بہم نہیں پہنچائی جاسکتی۔ جو انہیں عام حالات میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے کئی قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں ۔، مثلاً زمانہ جنگ میں شہریوں کے خیالات و جذبات کا بے باکانہ اظہار حکومت کو ایسے مصائب سے دوچار کر سکتا ہے۔ جن سے محبانِ وطن کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو اور دشمنانِ ملک کو فائدہ پہنچے کا امکان۔۔۔۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم زمانہ جنگ میں عوام کو تعمیری تنقید کے حق سے محروم کر دیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں انھیں اس حق کے استعمال کے جتنے زیادہ موقع فراہم کیے جائیں۔ اُتنا ہی بہتر ہوگا کیونکہ یہی وہ خطرناک دور ہوتا ہے۔ جب حکومت کی معمولی سی غلطی پوری قوم کو تباہی و بربادی کے غار میں دھکیل دیتی ہے"۔(۲۲)

عارف عبد المتین کی تنقید میں مختلف نوعیت کے انداز فکر پائے جاتے ہیں۔ کبھی تو آپ مذہبی نقطہ نظر کو اہم سمجھتے ہیں۔ کبھی آپ نظامِ سیاست پر طنز کرتے نظر آتے ہیں۔ عارف عبد المتین کے ہاں تنقید کے متنوع پہلو ہیں۔ آپ کے ہاں تنقیدی رویے مختلف رنگ لیے ہوئے ہیں۔ آپ بیک وقت ایک فن پارے کو مختلف زاویوں اور رویوں سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے کلاسیکی اور جدید دونوں رویوں پر کماحقہ عبور حاصل کیا ہے۔ آپ کے تنقیدی پہلو میں جو واضح رویہ ہے وہ فرد کی آزادی ہے۔ فرد کی آزادی کے آپ نے تین اختلافات کا تذکرہ بھی کیا ہے ۔اسی تناظر میں عارف عبد المتین اپنی شہرہ آفاق کتاب میں لکھتے ہیں:

"افراد کی آزادی خیال پر بالعموم تین اہم اختلاف کے حوالے سے شدید ترین حملے ہوتے ہیں، ہو رہے اور نہ جانے کب تک ہوتے رہے گے۔ اول مذہبی نقطہ نظر کے اختلاف، دوم سیاسی انداز فکر کا اختلاف اور سوم اخلاقی زوایہ نگاہ اختلاف۔"(۲۳)

عارف عبد المتین کی تنقید کا ایک اور پہلو ادب میں مقصدیت تلاش کرنا ہے۔ آپ کے نزدیک فن پارے کا سب سے بڑا مقصد، مقصدیت ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے آپ رقمطراز ہیں۔

"ادب کے تصور کی اس وضاحت نے میرے لیے اس حقیقت میں روشنی ڈالنے میں آسانی پیدا کر دی ہے کہ ادب اور مقصد کا روز ازل ہی سے چولی دامن ساتھ ہے۔" (۲۴)

عارف المتین نے ترقی پسند ادب کے زیر اثر صرف مقصدیت کو ہی فروغ نہیں دیا بلکہ ترقی پسند ادب کے تما موضوعات کو اپنے تنقیدی افکار میں جگہ دی۔ آپ نے بھی ترقی پسند ادبیوں کی طرح ادب میں انقلابی کردار ادا کیا۔ ترقی پسند ادبیوں کا سوچنے اور لکھنے کا انداز بالکل بدل چکا تھا، انہوں نے ادب کے ذریعے معاشرے کے غربیوں کی ترجمانی کی۔ اسی حوالے سے احمد پراچہ اپنی کتاب 'اردو ادب کی ترقی پسند تحریک' میں لکھتے ہیں:

"ترقی پسند ادب نے عالمی سطح پر انتہائی انقلابی کردار ادا کیا اور مصنفین کے سوچنے اور لکھنے کا انداز یکسر بدل دیا اور پہلی دفعہ ادب کو واضح طور پر معاشرے کی مادی زندگی کا ترجمان بنایا۔ ترقی پسندی کا رحجان ماضی کے عالمی ادب میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اس میں طبقاتی شعور، دھندلکوں میں لپٹا ملتا ہے جبکہ بیسویں صدی کے ترقی پسند ادب میں طبقاتی شعور اپنی پوری وضاحت کے ساتھ ایک تاریخی مظہر کی شکل میں ابھرا ہے۔"(۲۵)

احمد پراچہ ایک اور جگہ ترقی پسند ادب کی مقصدیت اور سماج کی عکاسی کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"ترقی پسند نظریہ ادب کے نزدیک جس طرح زندگی تغیر آفریں ہے، اسی طرح ترقی پسند ادب تغیر پذیر بھی ہے اور تغیر آفریں بھی۔ وہ ترقی پسند کو مقصود بالذات نہیں سمجھتا بلکہ زندگی کو بہتر خطوط پر بدلنے اور انسان میں جمہوری اقتدار، تہذیب نفس اور فکری اور جذباتی ترفع پیدا کرنے کا سماجی ذریعہ تصور کرتا ہے، ترقی پسند ادمیں جمہوریت، آزادی، مساوات، اور امن کی آرزو پیدا کرتا ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی طور پر معاشرے کو انسان دوست بناتی ہے۔ وہ عوام میں طبقاتی شعور، احتجاج، تنقیدی بصیرت اور جہد وجہد کا احساس پیدا کرتا ہے۔"(۲۶)

مختصر یہ کہ عارف المتین کے تنقیدی افکار میں گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے۔ آپ کے تنقیدی رویوں میں مختلف ادبی وآفاقی عناصر پائے جاتے ہیں جو آپ کی انفرادیت کی دلیل ہیں۔ عارف عبدالمتین کے تنقیدی شعور میں وقت کیا ہے؟ آزادی خیال کا مسلہء، ادب اور مقصدیت، شاعری میں علامتوں کا مسئلہ وغیرہ اہم تنقیدی رویے پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ادب میں حب الوطنی کو ایک اہم چیز گردانا ہے۔ آپ نے اردو تنقید کو نئے رویوں سے متعارف کروایا ہے۔ آپ کی تنقید میں آفاقی انسانی قدروں، حریت، غربت وافلاس، ادب اور مقصدیت، شاعری اور عروض جیسے عناصر کی ترجمانی ملتی ہے۔ آپ کی ادبی وتنقید تحریروں میں استعمار اور کے خلاف رد عمل کا اظہار بھی ملتا ہے۔ آپ نے استعماری قوتوں کے خلاف شدید احتجاج کیا جو انسانی قدروں کی پامالی کررہے تھے۔ آپ نے ادب میں ہمیشہ عدل وانصاف، اخوت ومساوات اور سماج کے دیگر مسائل ومعاملات کو مد نظر رکھ کر تنقید کی ہے۔ عارف عبدالمتین کا شمار اہم ترقی پسند ناقدین ادب میں ہوتا ہے۔ آپ کا نام اردو ادب میں بہ حثیت نقاد آپ کی کتاب "امکانات" کی وجہ سے ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ سجاد ظہیر، روشنائی، مکتبہ دانیال، کراچی، ۲۰۰۵، ص:۱۵

۲۔ رفعت حمید، "عارف عبدالمتین بطور نقاد"، غیر مطبوعہ، مقالہ برائے ایم۔فل اردو، مملوکہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، ۱۹۹۰، ص:۲

۳۔ لبنیٰ نثار، "عارف عبدالمتین کی ادبی خدمات"، غیر مطبوعہ، مقالہ برائے ایم فل اردو، علامہ اقبال ا وپن یونی ورسٹی، ۲۰۰۳، ص:۳

۴۔ آل احمد سرور، پروفیسر، تنقید کیا ہے، مطبوعہ، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۹۰، ص:۱۵

۵۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اشاراتِ تنقید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱، ص:۷

۶۔ لبنیٰ نثار، "عارف عبد المتین کی ادبی خدمات"، غیر مطبوعہ، مقالہ برائے ایم فل اردو، مملوکہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی ، اسلام آباد، ۲۰۰۳، ص:۹۳

۷۔ "رجعت اور ترقی پسند ادب کی کشائش"، مشمولہ، سالنامہ "الہلال"، جلد نمبر ۱۰، فروری ۱۹۴۴ص:۲۱

۸۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۴، ص:۴۹۱

۹۔ "سویرا"، لاہور، شمارہ ۱۸، ص:۱۴۰

۱۰۔ عزیز احمد، ترقی پسند ادب، مطبوعہ، کاروانِ ادب، ملتان، ۱۹۹۳، ص:۷

۱۱۔ عارف عبد المتین، "امکانات"، مطبوعہ، ٹیکنیکل پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۵، ص:۹

۱۲۔ "سویرا"، لاہور، شمارہ ۱۸، ۱۷ص:۱۴۰

۱۳۔ "تحریریں"، لاہور، جلد ۶، شمارہ ۱۱، اکتوبر ۱۹۷۱، ص:۲۲

۱۴۔ "تحریریں"، لاہور، جلد ۹، شمارہ ۱۲، ۱۱، نومبر، دسمبر ۱۹۷۹، ص:۹

۱۵۔ رسالہ "قرطاس"، گوجرانوالہ، فروری، مارچ، ۱۹۷۹، ص:۳۲

۱۶۔ عارف عبد المتین، "امکانات"، ٹیکنیکل پبلشرز اردو بازار، لاہور، ص:۱۱۵

۱۷۔ رسالہ "قرطاس"، گوجرانوالہ، فروری، مارچ، ۱۹۷۹، ص:۳۲

۱۸۔ "شوقِ آوارگی اردو سفر نامے میں ایک نیا موڑ"، مشمولہ، ماہنامہ "فنون"، لاہور، جلد ۱۶، شمارہ ۱۲، جولائی، اگست ، ۱۹۷۶، ص: ۱۷۷

۱۹۔ عارف عبد المتین، "امکانات"، ٹیکنیکل، پبلشرز اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۵، ص:۴۶

۲۰۔ ایضاص ۴۴

۲۱۔ ایضاص:۴۸

۲۲۔ ایضا، ص:۵۰

۲۳۔ ایضاص:۵۰

۲۴۔ ایضا ص:۵۲

۲۵۔ احمد پراچہ، اردو ادب کی ترقی پسند تحریک، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۰، ص:۱۴۰

۲۶۔ ایضاً ص:۱۴۱